بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

"اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق پا رہے ہیں"

(آل عمران: ۱۶۹)

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
ایم بی بی ایس (لکھنؤ)
فاضل علوم دینیہ (وفاق المدارس ملتان)

رابطہ کیلیے پتہ:

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی

فون: 2850510-2854484

www.emanekhalis.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

امّا بعد: بہت سے لوگ قبروں پر جانے کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم وہاں مانگنے کے لیے نہیں جاتے بلکہ ان بزرگوں سے اپنے حق میں دعا کروانے جاتے ہیں۔ اب اگر ان سے کہا جائے کہ اگر بزرگوں کی دعاؤں کو وسیلہ بنانا ہی ہے تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کی زندگی میں ان سے دعا کرواؤ، دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ بات صحیح نہیں ہے، تو فوراً شہداء کی زندگی اور ان کے رزق کا ذکر شروع ہو جاتا ہے کہ تم ان بزرگوں کو مردہ کہتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں شہداء کو زندہ کہتا ہے اور ان کو مردہ کہنے سے منع کرتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ قرآن میں جو حیاتِ شہداء کی آیتیں آئی ہیں وہ اس لیے نہیں آئی ہیں کہ شہداء کو وسیلہ بنایا جائے یا ان کو پکارا جائے، بلکہ وہ یہ بتانے آئی ہیں کہ مومن کا یہ فرض ہے کہ ایمان کا بول بالا کرنے کے لیے اپنا آخری قطرۂ خون تک نچھاور کردے۔ باطل کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بجائے اپنا سر دینے پر تیار رہے؛ اور اگر اس راہ میں اس کا مالک اس کی یہ قربانی قبول فرمالے تو وہ یقین رکھے کہ اس دنیاوی زندگی سے گزرنے کے فوراً بعد قیامت سے پہلے ہی وہ جنتوں کی نعمتوں سے مالا مال کردیا جائے گا.......... یہی بات ہے جو سورۃ البقرۃ میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۵۴)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں، ان کو مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔''

اوپر کی آیت سورۃ البقرہ کی ہے؛ اس کے بعد کی آیتیں، جو جنگ احد کے بعد سورۃ آل عمران میں نازل ہوئیں، صاف بتاتی ہیں کہ یہ زندگی دنیا میں قبروں کے اندر ''زندہ درگور'' قسم کی نہیں بلکہ جنت میں عیش و آرام کی زندگی ہے۔

شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ (آل عمران:۱۶۹)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں''

اس طرح سے صاف بتلا دیا گیا کہ شہداء '' عِنْدَ رَبِّھِمْ '' اپنے رب کے پاس ہیں اور وہاں رزق پا رہے ہیں، ان قبروں کے اندر زندہ نہیں۔ ان کی زندگی برزخی ہے، دنیاوی نہیں۔ اب یہ سارے واضح دلائل اپنے خلاف موجود پانے کے بعد دوسرا رخ اختیار کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ چونکہ یہ زندہ ہیں اس لیے اس دنیا میں بھی آتے جاتے رہتے ہیں لیکن اگر صحیح علم ہوتا تو شاید یہ بات نہ کہی جاتی کیونکہ حدیث میں صاف صاف آ گیا ہے کہ جنت سے نہ تو شہداء کی روحیں ہی اس دنیا میں واپس آ سکتی ہیں اور نہ خود شہداء اپنے جسم کے ساتھ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْ لَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِاَ صْحَابِهٖ اِ نَّهٗ لَمَّا اُصِيْبَ اِخْوَانُكُمْ يَوْ مَ اُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ فِیْ جَوْ فِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ اَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَاْ كُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَ تَاْوِیْ اِلٰى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُّعَلَّقَةٍ فِیْ ظِلِّ الْعَرْ شِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَاْكِلِهِمْ وَمَشْرِبِهِمْ وَمَقِيْلِهِمْ قَالُوْا مَنْ يُّبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا اَنَّنَا اَحْيَآءٌ فِی الْجَنَّةِ لِئَلَّا يُزْهِدُوْا فِی الْجَنَّةِ وَلَا يَنْكُلُوْا عِنْدَالْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ......الی آخر الایات......

(رواہ ابوداؤد: کتاب الجہاد/مشکوٰۃ، صفحہ ۳۳۵)

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ جب تمہارے بھائی احد کے دن شہادت سے ہمکنار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو اڑنے والے سبز قالبوں میں ڈال دیا اور انہوں نے جنت کی نہروں پر آنا جانا شروع کر دیا۔ وہ جنت کے پھل کھانے لگے اور عرش کے نیچے لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں آرام کرنے لگے۔ جب اس طرح انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی آسائشیں مہیا پائیں تو آپس میں کہا کہ کون (دنیا میں) ہمارے بھائیوں تک ہمارے بارے میں یہ بات پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تا کہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ برتیں اور جہاد کے وقت کم ہمتی نہ دکھائیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں یہ بات پہنچا دوں گا۔ پھر مالک نے (سورہ آل عمران کی) یہ آیتیں نازل کیں کہ **جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو، وہ حقیقت میں زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔''**

یہ بات کہ جنتوں میں زندگی کس جسم کے ساتھ ہے؟

تو اس کی تفصیل امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کی ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِیْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ وَّ عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَسْبَاطٌ وَ اَبُوْمُعَاوِيَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْنَا عَبْدَاللّٰهِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّا قَدْسَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْوَاحُهُمْ فِیْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَآءَتْ ثُمَّ تَاْوِیْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا قَالُوْا اَیَّ شَیْءٍ نَشْتَهِیْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَنْ يُّتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يُسْاَلُوْا

قَالُوْا يَارَبِّ نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِيْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَلَمَّا رَاٰى اَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا (مسلم:کتاب الامارۃ)

......مسروق نے کہا: ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن کی اس آیت :وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبز اڑنے والے قالبوں میں ہیں اوران کے لیے قندیلیں عرش الٰہی سے لٹکی ہوئی ہیں؛ وہ جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر بسیرا کرتے ہیں؛ ان کی طرف اُن کے رب نے جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے؟ شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں، مزے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح تین بار ان سے یہی دریافت کیا اور شہداء نے دیکھا کہ جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا تو انہوں نے کہا کہ مالک **ہماری تمنا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم دوسری بار تیری راہ میں شہید کیے جائیں۔ اب کے مالک نے دیکھ لیا کہ انہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے تو پھر اُن سے پوچھنا چھوڑ دیا۔**

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ حدیث لا کر بہت سی باتیں بیان کر دیں:

☆ شہید کو نیا اُڑنے والا جسم ملتا ہے، جس میں اُس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنت کے مزوں میں خوش وخرم رہتا ہے۔

☆ شہید کا مالک اپنے عرش کے اوپر سے اس پر التفاتِ خسروانہ فرمانے کے بعد گفتگو بھی کرتا ہے اور اپنی خواہشات اور تمناؤں کے اظہار پر اصرار بھی۔ مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی روح کو اُس کے دنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تا کہ وہ ایک بار پھر اس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے، تو اس کا مالک اپنی سنت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اِس خواہش کو بھی پورا نہیں کرتا جس کے اظہار کا خود اُس نے اس سے بار بار تقاضا کیا تھا۔

☆ شہید جنت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھاتا پیتا بھی۔ معلوم ہوا کہ شہید اپنی دنیاوی قبر میں دنیاوی جسم کے ساتھ نہیں بلکہ نئے برزخی جسم کے ساتھ جنت الفردوس میں زندہ ہے۔

نبی ﷺ اپنی دنیاوی مدینے والی قبر میں زندہ نہیں، بلکہ برزخ میں جنت الفردوس سے بھی بلند وبالا مقام پر زندہ ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ قبر میں حیات النبی کے رد کے لیے حسب ذیل حدیث لا کر ثابت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر زندہ ہیں۔ اس طویل حدیث کا آخری حصہ یہ ہے:

قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِى اللَّيْلَةَ فَاَخْبِرَانِىْ عَمَّا رَاَيْتُ قَالَا نَعَمْ اَمَّا الَّذِىْ رَاَيْتَهٗ يُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ تُحَدِّثُ بِالْكَذِبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِىْ رَاَيْتَهٗ يُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِىْ رَاَيْتَهٗ فِى النَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَّالَّذِىْ رَاَيْتَهٗ فِى النَّهَرِ اٰكِلُوْا الرِّبٰوا وَالشَّيْخُ فِىْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرٰهِيْمُ علیہ السلام وِالصِّبْيَانُ حَوْلَهٗ فَاَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِىْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاُوْلٰى الَّتِىْ دَخَلْتَ دَارُعَامَّةِ

الْـمُـؤمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ وَاَنَا جِبْرِيْلُ وَ هٰذَا مِيكَا ئِيْلُ فَارْفَعْ رَاْسَکَ فَـرَفَـعْـتُ رَاْسِـیْ فَـاِذَا فَوْقِیْ مِثْلُ السَّحَابِ قَالاَ ذَالِکَ مَنْزِلُکَ فَقُلْتُ دَعَانِیْ أَدْخُلُ مَنْزِلِیْ قَالاَ اِنَّہٗ بَقِیَ لَکَ عُمُرٌ لَّمْ تَسْتَکْمِلْہُ فَلَوِ اسْتَکْمَلْتَ اَتَیْتَ مَنْزِلُکَ

(صحیح بخاری:کتاب الجنائز، جلد۱ ،صفحہ ۱۸۵،مطبوعہ دھلی)

......(نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے۔ سب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا بہتر۔ وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے گال پھاڑے جارہے ہیں وہ کذاب تھا۔ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہوتا تھا۔ تو اس کے ساتھ جو آپ نے ہوتے دیکھا ہے وہ قیامت تک ہوتا رہے گا اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اس کے ساتھ ہوتا رہے گا اور جن کو آپ نے سوراخ میں دیکھا تھا وہ زناکار تھے اور جس کو آپ نے دریا میں دیکھا وہ سودخور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جوان کے اردگرد تھے وہ انسانوں کی اولاد تھے اور جو آگ بھڑکارہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا۔ اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں۔ اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں۔ ذرا اپنا سر اوپر تو اٹھایئے۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں نے (نبی ﷺ) نے کہا کہ مجھے چھوڑو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے اگر آپ اس کو پورا کرلیں تو اپنے اس گھر میں آجائیں گے۔

اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کردکھایا کہ وفات کے بعد نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ والی قبر میں نہیں بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ بخاری کی اس حدیث سے بہت سی باتیں سامنے آگئیں۔ نبی ﷺ وفات کے بعد مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنت الفردوس سے بھی اچھی جگہ (الوسیلہ) کے اس مقام پر زندہ ہیں جو جنت الفردوس سے اوپر اور عرش الٰہی سے نیچے سب سے بلند و بالا مقام ہے۔ اور اسی بات کی مزید تاکید کے لیے کہ نبی ﷺ کو جنت میں زندہ ہونے کے بجائے جو لوگ مدینہ کی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، بخاری ایک اور حدیث متعدد مقامات پر اپنی صحیح بخاری میں لائے ہیں:

بَابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ ﷺ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی ...... سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ فِیْ رِجَالٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ وَ ھُوَ صَحِیْحٌ اِنَّہٗ لَمْ یُقْبَضْ نَبِیٌّ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ یُخَیَّرَ فَلَمَّا نَزَلَ بِہٖ وَرَاْسُہٗ عَلٰی فَخِذِیْ غُشِیَ عَلَیْہِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَہٗ اِلٰی سَقْفِ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی فَقُلْتُ اِذًا لاَّ یَـخْتَارُنَا وَ عَرَفْتُ اَنَّہُ الْحَدِیْثُ الَّذِیْ کَانَ یُحَدِّثُنَا وَ ھُوَ صَحِیْحٌ قَالَتْ فَکَانَتْ اٰخِرَ کَلِمَۃً تَکَلَّمَ بِھَا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (بخاری:کتاب الدعوات، جلد۲، صفحہ ۹۳۹)

باب: نبی ﷺ کی دعا: ......سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اور عروۃ بن الزبیر رحمہ اللہ اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اسے جنت میں اس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا۔ مقام دکھا دیئے جانے کے بعد

اس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپ ﷺ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپ ﷺ کا سر میرے زانو پر تھا آپ ﷺ کو تھوڑی دیر کے لئے غش آ گیا۔ پھر آپ ﷺ ہوش میں آئے اور نگاہیں اوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور کہا: **اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی** ''اے مالک الرفیق الاعلیٰ'' پس میں نے کہا، یہ کہنے کے بعد اب آپ ﷺ ہم دنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا کہ جو بات آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے اس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آ گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلمہ جس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی بات نہ کی یہی کلمہ **اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی** تھا۔

بخاری رحمہ اللہ نے اس طرح واضح کر دیا کر دیا کہ جو لوگ نبی ﷺ کو اپنی مدینہ والی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رفاقت کے بجائے دنیا والوں کی رفاقت کو ترجیح دی تاکہ دنیا والوں کا قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام سنیں اور اس کا جواب دیں۔ یہ عقیدہ صرف یہی نہیں کہ باطل ہے بلکہ ان لوگوں نے اپنی غلط بات ثابت کرنے کے لئے نبی ﷺ کو زندہ درگور تک کر دکھایا ہے۔

اسی طرح قبر پرستی کی بنیاد فراہم کرنے اور نبی ﷺ کو مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ ثابت کرنے کے لیے قبر نبوی کی زیارت کی فضیلت کی منکر اور موضوع روایتوں کو دلیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان روایتوں کا حال بھی سن لیجیے:

قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی فضیلت کی بناوٹی روایتیں

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (روا البزار فی مسنده)
''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔''
سند یوں لائے ہیں:

حدثنا قتیبة حدثنا عبداللہ بن ابراھیم حدثنا عبدالرحمن بن یزید عن ابیه عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ

یہ روایت ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف اور منکر ہی نہیں بلکہ موضوع کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے اندر عبداللہ بن ابراہیم ہے جو ابوعمرو الغفاری کا بیٹا ہے اور یہ ایسا راوی ہے جو منکر روایتیں بیان کرتا تھا اور بعض ائمہ حدیث نے اس کو کاذب (جھوٹا) اور وضاع الحدیث (جھوٹی روایتیں بنانے والا) کہا ہے۔ امام ابوداؤد کا قول ہے کہ یہ شیخ (راوی) منکر الحدیث ہے۔ امام الدارقطنی کہتے ہیں کہ اس کی روایتیں منکر ہوتی ہیں۔ امام الحاکم کہتے ہیں کہ عبداللہ ثقات (سچے) راویوں کے نام سے گھڑی ہوئی روایتیں بیان کرتا ہے اور اس کے دوسرے ہم سبق ان جھوٹی روایتوں کو بیان نہیں کرتے۔ خود امام البزار اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابراہیم کی اس روایت اور دوسری روایتوں کو کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا۔ (میزان الاعتدال:جلد۲، صفحه ۲۰،۲۱)

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ احادیث کے جمع کرنے والے امام کبھی کبھی صحیح، حسن، ضعیف، موضوع ساری قسم کی روایتوں کو امت کی معلومات کے لیے لکھ دیتے ہیں اور اس کے بعد جو ان روایتوں کی حیثیت ہوتی ہے اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ ظلم تو وہ کرتے ہیں جو روایت تو لکھ دیتے ہیں مگر جو تبصرہ

محدث نے کیا تھا اس کو چھوڑ جاتے ہیں۔اس طرح سے امت کی گمراہی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

زیارت قبر نبوی کے سلسلہ کی ساری روایتوں کا یہی حال ہے مثلاً یہ روایت کہ قبر کے پاس پڑھے جانے والے درود وسلام کو نبی ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھے جانے والے کو فرشتے آپ کی قبر میں آپ تک پہنچا دیتے ہیں یوں ہے:

قال احمد بن ابراهيم بن ملحان حدثنا العلاء بن عمرو حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ عِنْدَ قَبْرِىْ سَمِعْتُهٗ وَ مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ نَائِياً مِنْ قَبْرِىْ اُبْلَغْتُهٗ (رواه عقيلى وقال لَا اَصْلَ لَهٗ)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے قریب درود پڑھے تو میں سنتا ہوں اور جو قبر سے دور مجھ پر درود پڑھے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔'' (امام عقیلی نے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ بے اصل ہے)

اس روایت میں محمد بن مروان کا تفرد ہے اور محمد بن مروان متروک الحدیث ہے۔ جریر کا کہنا ہے کہ محمد بن مروان کذاب ہے۔(تهذيب الكمال:جلد۲۶،صفحه۳۹۳) عقیلی کا قول ہے کہ ابن نمیر کہتے تھے کہ محمد بن مروان الکلبی ''کذاب'' ہے۔ (حاشية تهذيب الكمال:جلد۲۶، صفحه۳۹۵/ضعفاء الكبير للعقيلى:جلد۴، صفحه۱۳۶) امام نسائی اس کو متروک الحدیث کہتے ہیں۔ (كتاب الضعفاء والمتروكين للنسائى:صفحه۲۱۹/ الكامل فى ضعفاء الرجال: جلد۷، صفحه۵۱۲) صالح کہتے ہیں کہ وہ روایات گھڑا کرتا ہے۔(تهذيب الكمال: جلد۲۶ صفحه۳۹۳) ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ''موضوع'' روایات بیان کرتے ہیں۔(حاشية تهذيب الكمال: جلد۲۶،صفحه۳۹۶) اسی مضمون کی ایک دوسری روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے اور اس میں وہب ابن وہب ابو البختری القاضی ہے اور سارے اہل علم اس کو کذاب اور وضاع کہتے ہیں۔(ميزان الاعتدال:جلد۶، صفحه۳۲۸/ترتيب الموضوعات:صفحه۸۰)

قبر میں حیات النبی ﷺ کا عقیدہ شرک کی جڑ ہے

نبی ﷺ کی وفات پر سب سے پہلے جو مسئلہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھا، وہ یہی مسئلہ تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو موت آ گئی یا نہیں۔ آخر یہ مسئلہ کیسے نہ اٹھتا جب کہ موت کے بعد دنیاوی زندگی کا عقیدہ ہی تو شرک کی جڑ ہے۔ شکر ہے کہ اسی وقت اس بات کا فیصلہ بھی ہو گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی کہ نبی ﷺ وفات پا گئے، اب دنیا میں زندہ نہیں ہیں، اور یہ اولیاء اللہ کے سردار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس بات کے بعد کہ جو محمد ﷺ کا پجاری تھا اس کو معلوم ہو کہ محمد ﷺ کو تو موت آ گئی اور جو اللہ تعالیٰ کو پوجتا تھا وہ جان لے کہ اللہ زندہ جاوید ہے اسے موت نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کو غم تھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور میں کلالہ کے مسئلہ کے بارے میں پوری تفصیل دریافت نہ کر سکا۔

لوگو! اللہ تعالیٰ کا فرمان نبی ﷺ کا ارشاد اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تمہارے سامنے ہے۔ مگر تم کہتے ہو کہ نہیں، نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہی نہیں بلکہ دنیا میں آتے جاتے بھی رہتے ہیں۔ افسوس کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے ''الحیّ'' تراش لیے اور اُن کی بات نہ مانی! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ پر جان

چھڑکتے تھے، اگر ان کو خیال تک ہوتا کہ ان کے نبی ﷺ زندہ جاوید ہیں تو وہ کبھی ان کا خلیفہ منتخب نہ کرتے، نہ اپنے نبی ﷺ کی تجہیز و تکفین کرتے، نہ ان کو قبر میں اتارتے، نہ اجتہاد کی کوئی ضرورت پیش آتی، اور نہ رجال کی چھان بین اور احادیث کی تحقیق میں محنت کرنا پڑتی جب بھی جس چیز کی ضرورت ہوتی، قبر پر پہنچ کر دریافت کر لیتے: ابو بکر رضی اللہ عنہ ارتداد کے موقع پر وہاں سے رہنمائی حاصل کرتے، عمر رضی اللہ عنہ قحط کے وقت، عثمان رضی اللہ عنہ فتنے اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل اور صفین کے موقع پر۔ دراصل یہ ظلم یوں ہوا کہ ایک مدت گزر جانے کے بعد فن دینداری کے ماہروں نے اپنا پیشہ چمکانے کے لیے ہندوؤں کی طرح دیوتاؤں اور دیویوں کی فوج تیار کر کے ان کے گرد ایک عظیم الشان دیو مالا کا تانا بانا بن دیا۔ پھر اسلامی کاشی اور متھرا وجود میں آئے اور مسلمان گنیشوں اور مُرلیوں نے جنم لیا: کھڑے پتھروں کی جگہ پڑے پتھروں نے قبروں کی شکل میں اپنے استھان بنائے اور درشن کا نام بدل کر زیارت رکھا گیا، پرنام کی جگہ سلام نے لے لی، ڈنڈوت نے سجدہ تعظیمی کا جامہ پہنا، پھیروں کے بجائے طواف ہونے لگے، پرشاد تبرک بن گیا، بھجن نے قوالی کا روپ دھار لیا...... اور یہ موجودہ ''دین'' وجود میں آیا۔ پھر ہزاروں قیدی بنے، لاکھوں کی عصمتیں برباد ہوئیں، لاتعداد لاشے تڑپے، نونہالوں کا خون چوس چوس کر یہ دھرتی سیراب ہوئی مگر اس نئے دین کی بہاروں کا ایک پھول نہ کمھلایا!

قبر میں مردے کے زندہ ہو جانے کا عقیدہ ہی تو قبر پرستی کی جڑ ہے۔ پہلے نبی ﷺ کو زندہ کیا گیا پھر دوسروں کو۔ اور انجام یہ ہوا کہ ہر گلی، ہر کوچے میں اللہ کے گھر کی طرح نقلی کعبے بنا لیے گئے۔ عرس کے نام سے ان کا حج ہونے لگا اور خلقت ان پر ٹوٹ پڑی۔ حالانکہ نبی ﷺ نے خود اپنی قبر پر میلہ لگانے سے امت کو اپنی زندگی میں منع فرما دیا تھا۔

قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو زندہ ثابت کرنے کے لیے ایک ضعیف روایت پیش کی جاتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھانا مٹی کے لیے حرام ہے۔ اس روایت کی مکمل حیثیت تو ہماری کتاب ''ایمان خالص'' قسط دوم صفحہ ۶ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے، یہاں یہ واضح کرنا ہے کہ یہ بات قرآن مجید و صحیح احادیث کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے:

قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنقُصُ ٱلۡأَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۖ وَعِندَنَا كِتَٰبٌ حَفِيظٌۢ (ق:۴)

''ہمارے علم میں ہے جو کچھ زمین ان (کے جسموں میں) سے (کھا کر) کم کرتی ہے اور ہمارے پاس (سب باتوں کو) محفوظ رکھنے والی ایک کتاب ہے۔''

اور صحیح مسلم کی ایک حدیث بھی اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ:

كُلُّ ابْنُ اٰدَمَ يَاْكُلُهُ التُّرَابُ .... الخ (مسلم: كتاب.......... باب مابين النفختين)

''ہر ایک ابنِ آدم کو مٹی کھا لیتی ہے''

آیئے! آگے بڑھیے اور امت کو موجودہ روش کی بدانجامی سے باخبر کیجیے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور آج کے بھٹکے ہوؤں کو ایمان خالص سے سرفراز فرما کر رنگِ جہاں بدل ڈالے۔